s. No. 2186/57 Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Phone —29

Date ۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء

ایڈیٹر: آل احمد سرور

Annual Rs. 4/-

جلد ۲۶ - شمارہ ۳۸

اداریہ

کیا ہم اپنا رسم خط بدل دیں؟

کچھ لوگ اب ہمیں یہ مشورہ دینے لگے ہیں کہ بھائی اردو رسم خط چھوڑ دو اور اردو زبان کو بچاؤ۔ اردو رسم خط دقیانوسی ہے۔ اسے سکھانے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے، یہ بدیسی اثرات کی یادگار ہے۔ اس میں چھپی ہوئی کتابوں میں غلطیوں کا امکان زیادہ ہے۔ اس میں حروف کی شکلیں اتنی ہیں کہ لوگ انھیں یاد نہیں رکھ سکتے۔ ٹائپ رائٹر، ٹیلی پرنٹر وغیرہ اس میں کہاں۔ ذرا سے نقطوں کے پھیر سے بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔ تھوڑے سے لوگ اسے پڑھتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں دیوناگری رسم خط اختیار کر لیا تو سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔ ہر ادیب اور شاعر کی کتاب لاکھوں میں بکے گی۔ آخر دیوانِ غالب کی لاکھوں کاپیاں بکی ہیں یا نہیں۔ چٹکی بجاتے میں رسم خط سکھایا جا سکے گا اور جہاں اردو ادب کے لیے دیوناگری اختیار کیا گیا وہیں ہر طرف اردو ہی اردو ہوگی۔ لوگ ہندی کی کسی کتاب کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔ رسم خط کی قربانی دے کر ہی زبان کو بچایا جا سکتا ہے۔

ان لوگوں کی سادہ لوحی یا معصومیت یا مصلحت پسندی کی وجہ سے اچھے اچھے لوگ شبہ میں پڑ گئے ہیں کہ کہیں ہم اپنے رسم خط پر اصرار کر کے غلطی تو نہیں کر رہے ہیں۔ عجب اتفاق یہ ہے کہ ایسی تجویزیں زبان کے عالموں، ادیبوں یا شاعروں یا معلموں کی طرف سے کم پیش کی گئی ہیں، زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے پیش کی گئی ہیں جو یا تو ہر چیز کو وقتی سیاست کی عینک سے دیکھتے ہیں یا اردو کے سارے سرمائے کی اہمیت سے ناواقف ہیں۔ ہاں ہندی کے کچھ علم بردار بھی اردو کے اسلوب کی تعریف کرتے ہوئے اس کے "بدیسی" رسم خط پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ امید ظاہر کرتے ہیں کہ دیوناگری رسم خط اختیار کر لیا گیا تو اردو کے خلاف ہر قسم کا تعصب ختم ہو جائے گا۔

آئیے اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کریں۔ یہ صحیح ہے کہ زبان اور رسم خط کا کوئی ازلی رشتہ نہیں ہے اور ہر زبان کسی بھی رسم خط میں لکھی جا سکتی ہے، مگر ابتدا سے اگر کوئی رسم خط کسی زبان کے ساتھ وابستہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس رسم خط کے بدلنے کی ہر بات بے معنی ہے جب تک اس کا پورا سرمایہ کسی دوسرے رسم خط میں منتقل نہ کیا جا سکے۔ یہ بات قریب قریب ناممکن ہے کیونکہ اتنے بڑے پیمانے پر تمام تصانیف کو کسی دوسرے رسم خط میں منتقل کرنے کے لیے جو وسائل چاہئیں وہ ہمیں حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر بفرض محال ایسا ہو بھی جائے تو ہم تمام الفاظ کو صحت کے ساتھ اور تمام شعری سرمائے کو اس کی موزونیت برقرار رکھتے ہوئے، منتقل نہیں کر سکتے۔ یقیناً اس عمل میں کتنے ہی الفاظ کچھ سے کچھ ہو جائیں گے اور ایسی ایسی الجھنیں اٹھ کھڑی ہوں گی جن کا ابھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ جو لوگ ایک رسم خط میں لکھنے پڑھنے کے عادی ہیں ان کے لیے کسی دوسرے رسم خط میں لکھنے پڑھنے کا عمل ان کی ساری صلاحیتوں کو منجمد، ان کے کام کی رفتار کو سست اور بالآخر ان کی شخصیت کو کچھ سے کچھ کر دے گا۔ اتاترک نے اپنی آمریت کے زور پر ترکی میں رومن رسم خط چلا تو دیا مگر بعد میں اس کے خلاف جو شدید ردعمل ہوا وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ یقیناً اردو رسم خط میں خامیاں ہیں۔ یہ بھی بدیہی ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں بھی ہیں۔ دنیا کا کوئی رائج رسم خط مکمل نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بین الاقوامی صوتیاتی ابجد میں اس قدر علامتوں کے اضافے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اردو رسم خط کو بدیسی قرار دینے کے لیے کبھی اسے عربی رسم خط کہا جاتا ہے، کبھی فارسی رسم خط، حالانکہ ہندی کی آوازوں کے شمول کے بعد اب یہ اردو رسم خط ہے، اسے فارسی یا عربی رسم خط کہنا درست نہیں ہے۔ یہ رسم خط نسخ حروف میں کم اور نستعلیق حروف میں زیادہ لکھا جاتا ہے۔ نسخ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں جوڑ کم ہیں، نستعلیق میں جوڑ زیادہ ہیں اسی لیے اس کا ٹائپ نہیں ڈھل سکتا۔ سجاد مرزا صاحب نے جو بنیادی ٹائپ بنایا تھا اس میں جوڑوں کو کم کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی تھی، مگر افسوس

ہے کہ جاڑوں کے حسن پر مرثیئے دالوں نے اس کی خوبیوں پر دھیان نہیں دیا۔ اردو رسم خط کی اصلاح کی بے شک ضرورت ہے مگر اس کے بجائے کسی دوسرے رسم خط کے اختیار کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے، اصلاح کی ضرورت اس لیے ہے کہ جدید طباعت کے جو مسائل اب سامنے آئے ہیں وہ پہلے نہ تھے اور ہر زندہ زبان وقت کی ضروریات کا ساتھ دیتی ہے اور مناسب تبدیلیاں کرتی رہتی ہے۔ اگر اردو رسم خط کو یکسر ترک کر دیا گیا تو یہ بالکل کٹ جانا ہوگا یہ ایک اپنی اور تہذیبی سانحہ ہوگا۔ اردو رسم خط کو جدید ضروریات کے مطابق بنانے کے ساتھ ہمیں یہ ضرور چاہیے کہ اردو کی کچھ اچھی اور معیاری کتابیں دیوناگری رسم خط میں بھی چھاپیں تاکہ وہ لوگ جو کسی وجہ سے اردو رسم خط سے واقف نہیں مگر اردو زبان جانتے ہیں، اردو ادب سے بھی آشنا ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ہماری زبان کے قدردانوں کا حلقہ بڑھے گا۔ مگر جو لوگ اردو زبان کے لیے دیوناگری رسم خط اختیار کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں انھیں ہم یہ مشورہ دیں گے کہ وہ بنگالیوں، پنجابیوں اور مراٹھیوں کے سامنے یہ بات کہہ کر دیکھیں۔ ان کے ردعمل سے شاید کچھ ان حضرات کی بھی آنکھیں کھلیں۔

ہندوستان کے دستور نے ہر زبان اور اس کے رسم خط کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اپنی زبان اور اپنے رسم خط کی بقا اور ترقی کے لیے راہیں نکالیں حکومت ہمیں اس کام میں تعاون دے گی۔ لیکن اصل کام ہمارا اپنا ہوگا۔ ہم چاہیں تو اپنی زبان کو اور اس کے رسم خط کو باقی رکھ سکتے ہیں ہاں جس طرح زبان میں حالات کی تبدیلی کے ساتھ تبدیلیاں ہوتی ہیں، اسی طرح رسم خط میں بھی ضرورت کے مطابق اصلاح کی نہ صرف گنجائش ہے بلکہ ضرورت ہے۔

جو لوگ اردو کو اپنی مادری زبان سمجھتے ہیں یا جنھیں اردو سے محبت ہے اور اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں، اُن کے لیے راستہ صاف ہے۔ وہ اپنے وسائل پر بھروسہ کر کے اور اپنی کوشش سے اس زبان کو اور اس کے رسم خط کو باقی رکھیں گے۔ جن لوگوں کو اس زبان سے محبت نہیں ہے۔ یا جو خود کچھ کرنا نہیں چاہتے بلکہ دوسروں کا منھ تکتے ہیں، وہ رسم خط کیا زبان بھی چھوڑنے کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔ خدا اکبر کا بھلا کرے۔ کیا خبر تھی کہ اس کا یہ شعر ایک نئی معنویت کے ساتھ آج کے حالات پر بھی صادق آئے گا ؎

مرزا غریب چپ ہیں ان کی کتاب ردّی
بدھو اکڑ رہے ہیں صاحب نے یہ کہا ہے

مکتوب لندن

علی گڑھ۔ یہ خبر اردو دوستوں اور قارئین ہماری زبان کے لیے باعث مسرت ہوگی کہ انگلستان میں اردو زبان و ادب کی سرگرمیوں کے بارے میں ہر ہفتہ ایک مفصل رپورٹ مکتوب لندن کے عنوان سے ... شائع ہوا کرے گی۔ اس سلسلہ کا آغاز ... ہوگا۔

لسانی بورڈ کے لیے اردو اخبار کا ایڈیٹر نامزد

چنڈی گڑھ۔ زبانوں سے متعلق محکمے کے ریاستی مشاورتی بورڈ کے ایک غیر سرکاری ممبر کی حیثیت سے دیوان سنگھ مفتوں کی جگہ پر جنھوں نے استعفیٰ دے دیا ہے حکومت پنجاب نے لدھیانہ کے اردو روزنامہ "ہند کرانیکل" کے ایڈیٹر مسٹر آر۔ ڈی مین کو نامزد کیا ہے۔

امام بخاری کی سالگرہ

تاشقند مسلم بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حدیث کے ماہر اور بزرگ اسلامی رہنما امام بخاری کی پیدائش کی گیارہ سو سالہ یادگار منائی جائے۔ امام بخاری وسط ایشیا میں پیدا ہوئے تھے اور ان کا مقبرہ بھی وہیں ہے۔

امام بخاری کی پیدائش کے گیارہ سو سالہ جشن کے موقع پر ان کی کتاب ادب المفرد" شائع کی جائے گی اس میں زندگی کو اچھے ڈھنگ سے گزارنے کی ہدایت دینے والی حدیثیں درج ہیں کتاب کو متن اور ترجمہ کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ مفتی ضیاء الدین بابا خانوف کتاب پر ایک مقدمہ لکھیں گے جس میں امام بخاری کی زندگی اور کتاب کی اخلاقی تعلیمات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

ایک اور کتاب مصحف عثمانی کی تاریخ پر مرتب کی جا رہی ہے۔ بورڈ نے ایک خوبصورت اسلامی کیلنڈر شائع کیا تھا جس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر اسلامی یادگاروں اور بخارا کی قدیم عمارتوں کی رنگین تصویریں تھیں۔ یہ تاجکستان کے بہترین لیتھو گرافک پریس میں چھپا تھا اور بے حد مقبول ہوا اب اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔ (قومی آواز)

اختر انصاری صاحب کی دو نئی کتابیں

علی گڑھ۔ اردو کے ممتاز ادیب اور شاعر جناب اختر انصاری صاحب کی دو نئی شعری تصانیف،

۱۔ مثنوی دردِ داغ

۲۔ چند نظمیں

حال ہی میں انوار بک ڈپو مسلم یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ سے شائع ہوئی ہیں۔ پہلی کتاب کی قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیسے ہے اور دوسری کی ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔ (نامہ نگار)

ہر قومی زبان کی ترقی کے لیے ایک کروڑ روپیہ کی رقم مخصوص

حیدرآباد۔ ۱۱ر ستمبر وزیر مملکت برائے تعلیم جناب شیر سنگھ نے انکشاف کیا کہ ہم ہندوستانی زبانوں کی ترقی کے لیے ایک کروڑ روپے کی رقم پلان کی مختلف مدات سے الگ مختص کر کے رکھی گئی ہے یہ رقم ریاستی حکومتوں کو قومی زبانوں کی ترقی کے لیے دی جائے گی تمام ہندوستانی زبانوں کے لیے یکساں اصطلاحات بنائی جا رہی ہیں کچھ انگریزی اصطلاحات کو بھی باقی رکھا جا رہا ہے۔ (سیاست)

نادم سیتاپوری

گئورکھشا اور اردو

جو لوگ "اردو" کو مسلمانوں کی زبان کہتے ہیں اور اس کو "دیس نکالا" دینا چاہتے ہیں کہ یہ زبان بھی دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بولی جاتی ہے انھیں کسی استدلال سے قائل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس جذبے کی ستعمرات میں سوائے "منافرت اور عصبیت" کے کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ پھر بھی تاریخ ہندوستان کے اس "لسانی المیہ" پر آنسو بہاتے وقت اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کر سکے گی کہ اردو زبان سے جتنا جذباتی اور مذہبی لگاؤ مسلمانوں کو رہا ہے اس سے کہیں زیادہ ہندو اس سے قریب تر تھے اور آج بھی ہیں۔

ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر کا ایک بہت بڑا حصہ اردو زبان میں منتقل کیا گیا اور اس سلسلے میں منشی نولکشور مرحوم کی علمی و لسانی خدمات ایک ایسا کارنامہ کہی جا سکتی ہیں جن کی مثال شمالی ہند میں لاہور کے سوا شاید ہی کہیں مل سکے۔

اس صدی کے اندر ہندوؤں کی جتنی سیاسی، سماجی، مذہبی، ثقافتی، معاشرتی اور علمی ادبی تحریکیں ابھریں اردو زبان نے ان سب کی رہبری، رہنمائی اور قیادت کی۔ برہمو سماج، سناتن دھرم، آریہ سماج، جینی، اہلحدیث اور کشمیریوں کی مذہبی و اصلاحی تحریکوں کے علاوہ مہاسبھا اور جن سنگھ تک عوامی تحریک بننے کے لیے آج بھی "اردو" ہی کا سہارا تلاش کرتی ہیں۔ الکشنی وعدوں سے قطع نظر اسی الکشن کے "اعداد و شمار" شاہد ہیں کہ جن سنگھ کا "پروپیگنڈہ لٹریچر" ہندی کے بعد سب سے زیادہ اردو ہی میں شائع کیا گیا تھا۔

ہندوؤں کی خالص مذہبی تحریک "گئورکھشک پرچار" جو اب سیاسی اغراض کے لیے استعمال کی جا رہی ہے کسی زمانے میں "خلوص نیت" کے ساتھ صرف ایک "دھارمک" تحریک تھی اور گائے کے ساتھ ہندوؤں کو جذباتی لگاؤ کی "پرامن ترجمان" تھی مگر بدیسی سامراج نے اسے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ایک سیاسی تحریک میں تبدیل کر دیا۔

لیکن "سیاست کاری" کے اس اندوہناک دور میں بھی ایسے سنجیدہ مسلمانوں کی کمی نہیں تھی جو برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ مسلمان ہندوؤں کے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے "رضاکارانہ" طور پر گاؤکشی سے دستبردار ہو جائیں اور اس سلسلے میں سیتاپور کے مشہور وکیل سید نظیر احمد شاید ہندوستانی مسلمانوں میں منفرد شخصیت کے مالک تھے جنھوں نے اس صدی کی پہلی دہائی سے لے کر تقسیم ہند تک برابر اس کے لیے جد و جہد کی اور "اسلامی گئورکھشا" (شائع کردہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۰۶ء) کے نام سے ایسی ٹھوس غیر سیاسی کتاب لکھ ڈالی جس کے ترجمے گجراتی، ہندی، انگریزی اور پشتو زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

سید نظیر احمد وکیل کی یہ پرامن رواداری تحریک علاقائی نہیں تھی بلکہ کم و بیش "ہندوستان گیر" تحریک کا درجہ رکھتی تھی اور اس سلسلے میں انھوں نے گاندھی جی، پنڈت موتی لال نہرو، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری اور مولانا ابو الکلام آزاد وغیرہ کو اپنا ہم خیال بنانے کی جد و جہد کی لیکن اپنے "سیاسی مصالح" کی بنا پر کھل کر سامنے آنے پر کوئی بھی تیار نہیں ہوا اور سید صاحب اپنے محدود ہم خیال افراد کے ساتھ تقریباً ۱۹۵۰ء تک اس تحریک کو خاموشی کے ساتھ چلاتے رہے "گئورکھشا" کی اسی تحریک کے پرچار کے لیے یوں تو اس سے قبل بھی "اردو پریس" سے کام لیا گیا لیکن اب سے تیس بتیس برس پہلے میرٹھ سے "گئورکھشا" نام کا ایک ہفت روزہ بھی جاری کیا گیا تھا جو اردو اور صرف اردو رسم الخط میں نکلتا تھا اور اس کی زبان وہی اردو تھی جو آج بھی ہندوستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

دس صفحات کا یہ اردو ہفت روزہ اپریل ۱۹۳۶ء کی آخری تاریخوں میں جاری کیا گیا تھا میرے پاس اس کے جو چند شمارے ہیں اس میں جلد ایک کا چھٹا اور ساتواں مشترک شمارہ بھی ہے جس پر ۲۴ جون ۱۹۳۶ء کی تاریخ پڑی ہوئی ہے۔

ہفت روزہ "گئورکھشا" شری یت رستا رام جی مہاراج" کی سرپرستی میں جاری کیا گیا تھا۔ کنھیا لال ایڈیٹر تھے اور سرورق پر یہ شعر چھپتا تھا

پڑا ہے میدان دھرم خالی اسی سے ہیں وقت پائمالی
نہیں ہے گئوؤں کا کوئی والی غضب ہے بھارت کا حال کیا ہے؟

یہ اخبار "ساہو پریس میرٹھ" میں چھپتا تھا اور اس کا دفتر "دہلی دروازہ" میں تھا۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے "ساہو پریس" ساہو لکھمی داس کے بھائی نے قائم کیا تھا۔ سالانہ چندہ عوام سے تین روپے، متوسط افراد سے پانچ روپے، ساہوکاروں سے پچاس روپے اور والیان ملک سے ڈیڑھ سو روپے سالانہ تھا۔ "گئورکھشا" میں ہندوستان کے گئوشالوں کی رپورٹیں اور انتظامی معاملات کے ساتھ ساتھ خاص طور سے مضامین اور نوٹ ہوا کرتے تھے اور لکھنے والوں میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمان بھی برابر کے شریک تھے۔ پیش نظر شمارہ (۲۴ جون ۱۹۳۶ء جلد ۱ شمارہ ۷-۶) کے صفحہ اول پر "التجا" کے عنوان سے مولانا سید منظور حسین منتظر میرٹھی کی ایک نظم ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

ہم پہ لازم ہے کہ اب گایوں کی کچھ رکھشا کریں
ان کا غریبوں کا بھی دنیا میں ٹھکانہ چاہیے

اس نظم کے علاوہ انھیں منتظر میرٹھی کا ایک مضمون بھی "گاؤکشی ایک فعل قبیح ہے" اس اشاعت میں شامل ہے جس میں انھوں نے ثابت کیا ہے کہ گاؤکشی کے بارے میں شارع اسلام کی تعلیمات بہت ہی روادارانہ اور حکیمانہ ہیں اور گاؤکشی کوئی اصلاحی فعل نہیں ہے۔

یہ اخبار لکشمی چند (ڈائریکٹر) کے زمانے میں جاری کیا گیا تھا جو شاید پہلے ڈائریکٹر تھے جنھوں نے اچھی نسلوں کے سانڈ

کے تحفظات پر خاص زور دیکر اوسط قسم کی ایک گئو رکھشا تحریک چلائی تھی اور دلّی کے دائرۂ "گئو رکھشا" میں ایک چھوٹا موٹا گئوشالہ قائم کر کے اچھی خاصی شہرت حاصل کی تھی۔ لارڈ لنلتھگو نے ہندوستان کے تمام گورنروں کو ایک ذاتی چھٹی لکھ کر ان سے بھی یہ اپیل کی تھی کہ وہ اس اہم کام میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔

اس اخبار میں چھوٹی چھوٹی خبریں بھی ہوتی تھیں اور شائستہ اردو زبان میں مضامین بھی۔ عام بول چال کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے اور سوائے خصوصی اصطلاحات کے ہندی کے ایسے الفاظ بالکل استعمال نہیں کئے جاتے تھے جنھیں عوام نہ سمجھ سکیں چند خبریں ملاحظہ ہوں۔

دودھیا بواہ جائز قرار دیا گیا

"لکھنؤ، مورخہ ۱۷ر جون ۱۹۳۶ء کو شام کے چھ بجے دیش اگرواوں کی ایک بڑی بھاری پنچایت ہوئی اس پنچایت کا کارن یہ تھا کہ چند نوجوانوں کو جو "دودھوا بواہ" کر کے لائے تھے دیش برادری نے ذات سے خارج کر دیا تھا لیکن دیش برادری نے انھیں اپنے میں شامل کر لیا اور آئندہ کے لیے دودھوا بواہ جائز قرار دیا گیا۔"

(۲۲ر جون ۱۹۳۶ء)

یہ کیسا اندھیر ہے؟

"اٹلی بھی عیسائی مذہب کا پیرو ہے اور حبش کا بادشاہ بھی عیسائی ہے مگر اٹلی اپنے مذہبی بھائی کے خون کا پیاسا ہے اس کی آزادی چھین کر اپنی ماتحتی میں محکوم بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔

کہاں (ہے) وہ مسیح کی تعلیم کہ اگر کوئی داہنے گال پر تھپڑ مارے تو اس کے آگے بایاں گال بھی کر دے مگر آج اس کے برعکس کارروائی کی جا رہی ہے اور عالمگیر بھائی چارہ یعنی "یونیورسل برادر ہڈ" کی تعلیم کو کچل دیا گیا ہے۔ خدا خیر کرے۔؟" (۲۴۔ جون ۱۹۳۶ء)

شمارہ آٹھ دس۔ جولائی ۱۹۳۶ء کے سرورق پر سوامی جے۔ پی۔ سنیاسی" کا نام آنریری ایڈیٹر کی حیثیت سے درج ہے اور "عرض حال" کے عنوان سے میرٹھ کے "گیت کار" ماسٹر سید محمد حسین "جیدار" کا ایک اردو گیت ہے۔

گئو رکھشا کے دفتر کو جائیں گے ہم
بیچاری گایوں کا حال سنائیں گے ہم
دیکھنا ہے آج کس کس میں ہے ہمدردی کی بو
اور کس کے منھ لگا ہے بے زبانوں کا لہو
اپنے احباب کو سمجھائیں گے ہم
تم پیو جی دار ان کا دودھ پی کر دوستو
کم سے کم رکھشا سہی گر اور کچھ تم سے نہ ہو
یہی آواز ہر سو لگائیں گے ہم

صفحہ ۴ پر سہارنپور پنجرہ پول کی رپورٹ ہے اس کی زبان بھی ملاحظہ ہو!

"مورگنج سہارنپور کے سوائے سالانہ آمدنی بہت قلیل ہے جو گوشوارہ آمدنی سے ظاہر ہوگا چارہ دوا کی جو امداد ملتی ہے وہ بھی ماہواری رپورٹ میں درج ہوتی ہے۔ سہارنپور میں ہندو رئیسان صاحبان کی توجہ گئوشالہ کی طرف کس قدر رجوع ہے یہ دسمبر لغایت اپریل کی رپورٹ سے بخوبی واضح ہو جاوے گا۔"

اسی شمارے میں "آواز" کی سرخی سے سری ست رتنا رام جی مہاراج کی ایک اردو اپیل بھی ہے جس میں انھوں نے اخبار "گئو رکھشا" کی اشاعت بڑھانے پر زور دیا ہے۔

"آواز"

"دنیا میں ہر وہ تحریک کامیاب ہوئی ہے جس کی آواز میں "بلندی" تھی جس کا پریس مضبوط تھا"

ہندو!

تم اڈنو ماتا کے متعلق بتا دیں کہ ہندوؤں میں گائے کے لیے کس قدر شردھا ہے اس کام کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔ اخبار"

"گئو رکھشا"

اس اخبار کی اشاعت میں امداد کیجئے اور یہ تمہاری آواز کو ملک کے کونے کونے میں پہنچائے گا۔"

گئو سیوک رتنا رام

سری ست رتنا رام جی مہاراج کی یہ اپیل پڑھتا ہوں اور بولی بانی اور رسم الخط میں تھی جس کے سمجھنے والے اس وقت نہیں آج بھی ملک کے کونے کونے میں موجود ہیں اور کثرت سے!

۱۸ر جولائی ۱۹۳۶ء کے سرورق پر کسی "پرکاش" کی غزل بعنوان ہے اس کے دو شعر بھی ملاحظہ ہوں۔

شفا ہوتا دودھ ہے میرا، دوا مخلوق کو بتلایا
ظلم ہے مرض۔ یہ کہنا نبی کا نہ بھلا دینا
نہیں منظور قربانی خدا کو سورۂ حج اندر
عمل قرآنی آیت پر ذرا کر تا کرا دینا

اس غزل بعیر دی" کی فنی اور عروضی اغلاط سے قطع نظر صرف دیکھنا یہ ہے کہ اس زمانے کے ہندو مسلمان ایک دوسرے کی مذہبی تعلیمات سے کتنا قریب تھے۔؟

اور یہ بیکا گوشت انسان کی قدرتی غذا ہے۔؟" اس کی چند سطریں بھی اس عہد کی صحافتی زبان کی خاصی ترجمانی کرتی ہیں۔

"گو افلاطون نے یہ لکھا ہے کہ وہ غذا جو حریاں ہے اور جس کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ اس غذا سے بہتر ہے جو کہ طاقت دینے والی ہو لیکن قابل

(باقی صفحہ ۶ پر)

نذرِ عرش

(عرش ملسیانی کی ۶۰ویں سالگرہ کے موقع پر پیش کی گئی)

مست کاشمیری

آج کیا بات ہے میرے دل میں
ولولہ بھی ہے کچھ امنگ بھی ہے
عرش کی سمت اڑ رہا ہے دماغ
دل میں بے تاب سی ترنگ بھی ہے
عرش ہاں عرشِ شاعرِ خوش گو
جو متیں بھی ہے شوخ و شنگ بھی ہے
شاعری جس کی ورثۂ پدری
شانِ استادِ پختہ رنگ بھی ہے
حسنِ کشمیر بھی ہے شعر دل میں
روحِ پنجاب کی ترنگ بھی ہے
ہے بتوں سے بھی چھیڑ چھاڑ کہیں
اور رندی کی کچھ امنگ بھی ہے
حسنِ عصرِ جدید بھی پیدا
اور قائم قدیم رنگ بھی ہے
عشق کے واسطے ہے نذر و نیاز
تو پئے حسن بے خدنگ بھی ہے
دانش و حکمت و تصوف بھی
حق شناسی کا اس میں ڈھنگ بھی ہے
نغمگی بھی ہے کیفِ گوناگوں
چنگ و آہنگ "ہفت رنگ" بھی ہے

عرش کا مست کیا کہوں میں کلام
پھول بھی ہے شرار و سنگ "بھی ہے

انجام

سلام بن رزاق

دن ڈھلا، شام ہوئی، روک لوں اب رخشِ حیات
سامنے حدِ نظر تک ہے اندھیروں کا نزول
ایسی بے داغ سیاہی کہ گماں ہوتا ہے
جیسے اب صبح نہ ہوگی کبھی اس رات کے بعد
آسماں پر کوئی ننھا سا ستارہ بھی نہیں
نہ کسی کرمکِ شب تاب کی دھندلی سی چمک
سانس کی لو ہے کہ ہے ڈوبتے سورج کی کرن
دل کی دھڑکن ہے کہ ہے بادِ صبا کی ہچکی
چھوٹ جانے کو ہے ہاتھوں سے عنانِ ہستی
ٹوٹ جانے کو ہے اب رشتۂ امیدِ حیات
پاؤں شل، ہوش پراگندہ، شکستہ بازو
اب تو اک ایک قدم کوہ گراں ہے یارو
دل کے ساغر میں مئے حسرتِ تعمیر لیے
دیدۂ تر میں غمِ زیست کی تفسیر لیے
محفلِ ہست سے میں آج گزر جاؤں گا
منتشر ہو کے فضاؤں میں بکھر جاؤں گا
ریزہ ریزہ کسی ٹوٹے ہوئے دل کی مانند
قطرہ قطرہ کہیں ٹپکے ہوئے اشکوں کی طرح

غزلیں

شجاع خاور

وہ حقیقت سے بڑے جاہلانہ ہوا کرتے ہیں
وہ جو احساس کے معیار میں یکتا رہتے ہیں
سب کی خوشبو ہیں تو آزاد نہیں ہوتی ہیں
یوں تو گلشن میں بہت پھول کھلا کرتے ہیں
درد آلام [illegible] کہ تاریخِ خلش
چارہ گر دیکھئے کس کس کی دوا کرتے ہیں
ہو گئے گم گشتہ جو منزل کا پتہ بتلا دیں
عشق کی راہ میں ایسے بھی ملا کرتے ہیں
تشنگی غم سے بڑھا دے نئے پیغام ہوں
جنھیں ہوتا ہے بھروسا وہ ملا کرتے ہیں
زندگی [illegible] طوفان میں سفینہ اپنا
مصلحت ہو تو کنارہ وہ بچا کرتے ہیں
مری تحریک میں ہی پھر بھی سلیقے سے تو ہوا
بزم کے یارو کچھ آداب ہوا کرتے ہیں

خاور اس وقت مری زیست کی حالت نہ پوچھ
جب تخیل کے در و بام سجا کرتے ہیں

رئیس رامپوری

آوارۂ عشق یوں بنے ہیں
بیٹھے ہیں کہیں تو رو دیئے ہیں
غیروں کو دعائیں دے رہا ہوں
اپنوں نے سلوک وہ کئے ہیں
کانٹوں نے بہر قدم طلب کی
کچھ زخم دیئے ہیں، کچھ سئے ہیں
دامن ہی ترا نہ ہاتھ آیا
آنسو ہم نے بہت پئے ہیں

ہونے کو رئیس دل میں روشن
امید کے آج بھی دیئے ہیں

پرکاش ناتھ پرویز

گلشن سے آئے ہیں نہ بیاباں سے آئے ہیں
دیوانے تیرے سرحدِ امکاں سے آئے ہیں
اک ماہ وش کے حسنِ دل آرا کے فیض سے
دل میں تجلیات کے طوفاں سے آئے ہیں
آنکھوں میں آج بہار دو عالم بسی ہوئی
ہم لوگ آج محفلِ جاناں سے آئے ہیں
کیا تیرے بس میں ان کا مداوا بھی ہے کوئی؟
دل میں جو زخم لطفِ فراواں سے آئے ہیں
ان کے کرم کی معذرت میں تو ہیں ہو گئی
الزام ہم پہ تنگیٔ داماں سے آئے ہیں
دل کو غمِ جہاں کی شکایت نہیں رہی
آدابِ زیست صحبتِ رنداں سے آئے ہیں
کیا یاد آ گئی وہ نگاہِ جمیل تر؟
پھر دل میں اضطراب کے ہیجان آئے ہیں
پرویز آسماں کو نہ بدنام کیجئے
جتنے ستم ہیں کوئے نگاراں سے آئے ہیں

صفحہ ۴ سے آگے

نفرت نہ ہو اور طبیعت اس کو گوارا نہ کرسکے لیکن اس دلیل کے باوجود بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف وہی غذا بہتر ہے جو مزیدار ہے۔"

۲۷ر ستمبر ۱۹۳۶ء کے شمارے میں سرورق پر ایک اہم خبر نمایاں شکل میں چھاپی گئی ہے۔

"چار مسلمانوں کے نام پیش کرسکتے ہیں جنھوں نے اپنی اپنی ریاست میں رعایا اور ملک کی اصلی بہبودی کے خیال سے ہمیشہ کے لیے گاؤکشی بند کردی۔

ان چار اسلامی ریاستوں کے نام عام اخبارات میں شایع ہو چکے ہیں اس جگہ پر ہم دوبارہ درج کیے دیتے ہیں۔

۱۔ نواب صاحب بہادر رادھن پور

۲۔ نواب صاحب بہادر منگرول

۳۔ نواب صاحب بہادر دوجانہ

۴۔ نواب صاحب بہادر پاٹودی

"انسداد گاؤکشی گاؤ خوری" کے عنوان سے سید نظیر احمد وکیل سیتاپور[1] کا بھی ایک مضمون ہے۔ سید صاحب اپنے زمانے کے اکابرین شہر میں سے تھے وکالت کے علاوہ آنریری اسسٹنٹ کلکٹر اور آنریری مجسٹریٹ کے اعزازی عہدوں پر بھی ممتاز رہ چکے تھے۔

اپنی پرامن سرگرمیوں اور جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے سید صاحب نے لکھا ہے۔

"میں تو گاؤکشی اور گاؤ خوری کو میں نے اوائل عمری سے ناپسند کیا ہے اور ہندو مسلم نااتفاقی سے ہمیشہ سے نفرت ہے لیکن گاؤکشی کے ایک عبرتناک منظر نے ۱۹۰۹ء میں مجھ کو انسداد گاؤکشی اور گاؤ خوری پر علی الاعلان آمادہ کر دیا چنانچہ اس وقت تک میں انتہائی کوششیں کیں اور باوجود ضعیف العمری میں اپنے دل و دماغ کو اسی مشن کے کامیاب کرنے میں صرف کر رہا ہوں اور میں نے اپنی آواز کو ہندوستان کے ہر گوشے اور ہر ہر شہر میں پہنچا دیا ہے صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ آپ کو انگلینڈ، مدینہ، مکہ، عراق، ایران، افغانستان، ڈنمارک اور جرمنی وغیرہ وغیرہ میں میری تحریرات کا ترجمہ ملے گا۔"

۷ر نومبر ۱۹۳۶ء کے شمارے میں اودھ پنچ، لکھنؤ کے ڈائمنڈ جوبلی نمبر کا اشتہار خاص طور پر قابل ذکر ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ یہ خصوصی نمبر ایک سو بیس صفحات کی ضخامت پر دسمبر ۱۹۳۶ء میں ساٹھ ہزار کی تعداد میں شایع کیا جائے گا۔

پتہ نہیں کہ اس اعلان کے مطابق "اودھ پنچ" کا یہ نمبر شایع ہوا تھا یا نہیں؟ اگر اعلان کے مطابق یہ خصوصی نمبر ساٹھ ہزار شایع ہوا تو اس زمانے میں شاید یہ امتیاز "اودھ پنچ" کے سوا کسی اور اردو اخبار یا جریدے کو حاصل نہ ہوا ہوگا۔

مرحوم "اودھ پنچ" کا یہ اعلان اودھ پنچ کے تیسرے دور سے تعلق رکھتا ہے جو راجہ صاحب محمود آباد کے اشتراک و تعاون سے حکیم ممتاز حسین عثمانی کے صاحبزادے ریاض حیدر مرحوم نے جاری کیا تھا اور ریاض حیدر کی حسرت ناک موت کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

ہفت روزہ "گئورکشا" کے جو چند شمارے میرے پاس محفوظ ہیں وہ ۱۹۳۶ء ہی کے ہیں۔ میرے لیے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ ہفت روزہ کب تک جاری رہا۔ ہو سکتا ہے کہ میرٹھ کی کسی لائبریری میں اس کے فائل موجود ہوں جن سے پتہ چل سکے کہ اردو کا یہ اہم اخبار ۱۹۳۶ء کے بعد کتنے دنوں تک جاری رہا! اور اردو صحافت میں اس کا کیا مقام تھا۔

---

[1] سید صاحب کا انتقال تخمیناً ۱۹۵۰ء میں ہوا۔ (نادم سیتاپوری)

مراسلات

نظم انسان کے بارے میں

نظم "انسان" سے متعلق آپ نے میرا مراسلہ "ہماری زبان" یکم اگست میں شایع کیا تھا، اس سلسلہ میں جناب پورن سنگھ ہنر سکریٹری انجمن ترقی اردو پنجاب کے استادوں سے استفسار کیا گیا تھا، ان کے جوابات تاریخ وار درج ذیل ہیں۔

۴ر ستمبر ۱۹۶۷ء۔ از ڈاکٹر منوہر سہائے انور بنام جناب لچھمن داس شائق۔

"پورن سنگھ ہنر نے ناصر صاحب کی عبارت کا سرقہ نہیں کیا ہے تو کیا کیا ہے؟ وہ الہام ہے، نہ توارد ہے، صرف سرقہ ہے۔"

۱۲ر ستمبر ۱۹۶۷ء۔ جناب علامہ سرور لکھنوی صاحب بنام جناب لچھمن داس شائق۔

"جو واقعات آپ نے اس خط میں لکھے ہیں، ان کو مد نظر رکھ کر دونوں میں سے بعد کے لکھنے والی تحریر کو سرقہ میں شامل کر لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔"

۱۳ر ستمبر ۱۹۶۷ء۔ حضرت جوش ملسیانی صاحب بنام برہم ناتھ دت۔

"میں انگریزی یا مغربی طرز کی نظم و نثر کا مخالف ہوں یہ اردو کی مسلمہ روایات کے بالکل خلاف اور بار گوش ہے، اس لیے مشرقی ادب کے لحاظ سے نہ تو تحریر کی حمایت کر سکتا ہوں، نہ تحریر کی۔ باقی رہی سرقہ کی بحث، اس میں شک بھی نہیں کہ الفاظ اگرچہ متصادم نہیں ہیں مگر خیالات و معنویت میں گہرا تصادم ہے۔"

۱۸ر ستمبر ۱۹۶۷ء۔ ملک الشعرا پنڈت میلارام صاحب وفا بنام برہم ناتھ دت

"مورخہ یکم اگست میں شائع شدہ ہنر کی غزل منثور صریحاً آپ کی غزل کا سرقہ ہے۔"

۲۰ر ستمبر ۱۹۶۷ء۔ جناب لچھمن داس شائق صاحب بنام برہم ناتھ دت۔

"آپ نے مجھ سے استفسار فرمایا ہے۔ میں نے ان سطور کو غور سے پڑھا، سوائے اس کے میں کچھ اور نہیں کہہ سکتا کہ جناب ہنر صاحب نے کمال ہنرمندی سے آپ کی عبارت کا سرقہ کیا ہے۔"

ان کے استاد مولانا تاجور نجیب آبادی و تجلی اور نیاز فتح پوری تو انتقال فرما چکے ہیں۔ اس لیے ان کی آرا حاصل نہیں ہو سکیں جناب ابر احسنی بھی ان کے استادوں میں وہ چشم پوشی کا درس دے رہے ہیں جناب سراج لکھنوی بھی ہیں ان کے جواب کا انتظار ہے۔

اصل خطوط میری تحویل میں ہیں اور ملاحظہ کے لیے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ (برہم ناتھ دت)

ایک درخواست

پچھلے برس کی طرح اس برس بھی میں ۱۹۶۷ء کی بہترین منظوم شاعری مرتب کر رہا ہوں جو ہند پاکٹ بکس پرائیویٹ لمیٹیڈ، دلی سے اردو کے ساتھ ساتھ ہندی میں بھی شایع ہوگی شاعر حضرات سے درخواست ہے کہ وہ ۱۹۶۷ء میں شائع شدہ اپنی بہترین تخلیق مندرجہ ذیل پتے پر ارسال فرمانے کی زحمت گوارا کریں جس اخبار یا رسالے میں وہ تخلیق شائع ہوئی ہو اس کا حوالہ ضرور دیں۔

(پرکاش پنڈت A ۳ - ۱۵۸۲ نوین شاہدرہ دلی۔۳۲)

استفسار

(۱) لفظ "طرح" بروزن فعل بحرکت را صحیح ہے یا بسکون را بروزن فاع؟ دونوں صورت میں معنی کی وضاحت بھی فرمائی جائے۔

(۲) جدید نظم کی جامع و مانع تعریف؟

(۳) ایک محفل میں جناب ایس اے خان شاہجہاں پوری کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ جناب ایس اے خاں صاحب بھی تشریف لے آئے حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ "ابھی آپ ہی کا مذکور ہو رہا تھا" اس پر ایس اے خاں صاحب نے اعتراض کیا کہ "مذکور ہو رہا تھا" غلط ہے "آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا" ہونا چاہیے یا "آپ ہی مذکور تھے" اس پر قائل نے جناب ذوق مرحوم کا یہ مطلع اپنی بات کی تائید میں پیش کیا۔ مطلع

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں ہوتا
یہ ذکر ہمارا نہیں ہوتا نہیں ہوتا

معترض صاحب اب بھی مطمئن نہیں ہیں براہ کرم اہل علم حضرات اپنی معلومات کی روشنی میں اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر ہماری زبان کے کالموں میں صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

(رئیس نعمانی۔ قصاحت آرہ نشین بہادر گنج شاہجہاں پور)

منتخب
نہ تصادم ہے اور ضرور تصادم ہے۔ ان کا دانائی کی جانب میرا دانا کے لیے
بڑوں اور چھوٹوں۔ کھلنے پھوٹنے کے لیے
عمل سے عمل۔ عمل کے بعد عمل وغیرہ

جب اردو کا معاملہ پیش ہوگا تو ممکن ہے ہم کو حکومت چھوڑنا پڑے یا جن سنگھ کو

نئی دہلی ۲۳ ستمبر۔ بہار کے وزیر پولیس جناب رامانند تیواری نے آج یہاں اس بات کی تردید کی کہ بہار کی مخلوط حکومت پر جن سنگھ پارٹی جو اس میں شامل ہے دباؤ ڈال رہی ہے کہ اردو کو دوسری زبان کا رتبہ دیا جائے۔

انھوں نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں دعویٰ کیا کہ بہار کی مخلوط حکومت اردو کو مرتبہ دینے کی اخلاقی طور سے پابند ہے کیوں کہ یہ مخلوط پارٹی کے ۳۳ نکاتی پروگرام میں ایک نکتہ ہے اگرچہ جن سنگھ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بہار کی حکومت نے ان ۳۳ نکات میں سے ۴ پر عمل کر لیا ہے اور باقی پر ۵ برسوں کے اندر رفتہ رفتہ عمل ہوگا۔

جناب تیواری جو ایس ایس پی سے تعلق رکھتے ہیں یہ بھی کہا ہے کہ اس متفقہ پروگرام پر عمل کرنے کے سلسلہ میں ان کے خیال میں جن سنگھ کے ساتھ مل کر کام کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔

ایک سوال کے جواب میں انھوں نے کہا ممکن ہے کہ مستقبل میں جب اردو کا معاملہ پیش ہو تو یہ ہو کہ یا تو جن سنگھ کو حکومت چھوڑنا پڑے یا ہم کو۔ (قومی آواز)

انجمن ترقی اردو بنارس کا میمورنڈم

انجمن ترقی اردو بنارس کا ایک وفد حال ہی میں وزیر تعلیم شری رام پرکاش گپتا سے سرکٹ ہاؤس بنارس میں ملا اور ایک میمورنڈم ان کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں بتایا گیا کہ ۱۹۴۷ء سے اب تک جتنے بھی اردو سرکاری اعلانات اردو کے موافقت میں جانب گورنمنٹ سررشتہ تعلیم اجرا ہوئے تھے اور معلوم تھے ان کے مطابق ۲۳ نکات مطالبات کے پیش کئے گئے۔ اور کہا گیا کہ ان پر صحیح طور سے بالکل عمل نہیں ہو رہا ہے

مطالبات میمورنڈم حسب ذیل ہیں

۱۔ پرائمری تعلیم ہر بچے کو جس کی مادری زبان اردو ہے ہر مضامین کی اردو میں دی جائے۔ پرائمری تعلیم و کل باڈیز میں بالکل غیر اطمینان بخش ہے۔

۲۔ اس کے ساتھ پرائمری اسکول کے جملہ ہیڈ ماسٹروں کے نام جی۔ او۔ بھیجا جائے۔

۳۔ اردو مادری زبان والے بچوں کو ہندی بطور زبان درجہ ۳ سے پڑھائی جائے۔

۴۔ سہ لسانی فارمولا میں تیسری زبان سنسکرت نہ پڑھائی جائے کم سے کم لسانی اقلیتوں کے بچوں کو نہ پڑھائی جائے (اس فارمولا کی پہلی دفعہ علاقائی زبان و مادری زبان ہے۔)

۵۔ ہائر سکنڈری اسکولوں میں ایک بچہ بھی یعنی ۵ سے کم ہو اردو پڑھ سکتا ہے اس کا قاعدہ ہے۔

۶۔ اردو ذریعہ تعلیم درجہ دس تک تمام مضامین کا ہونا چاہئے، ہر ایک مرحلہ تعلیم پر اردو تعلیم کی حالت غیر تسلی بخش ہے۔ ان جگہوں میں بھی ہے جہاں پڑھائی جاتی ہے۔

۷۔ و کل باڈیز میں انھیں امیدواروں کا انتخاب بطور استاد ہو جو ہندی و اردو دونوں زبان پاس ہوں جیسا ۱۹۴۷ء کے پہلے تھا۔ اس وقت کوئی دقت نہ تھی۔ استاد خود ہی اردو ہندی پاس کرتے تھے۔

۸۔ ہندی کتابوں سے سنسکرت کا حصہ نکال دیا جائے۔ ایک مرتبہ یہ حذف ہو چکا تھا۔

۹۔ ہر ایک پرائمری اسکول، جونیئر ہائی اسکول، ہائی اسکول اور کالج میں اردو استاد پہلے کی طرح مقرر کئے جاویں، فی الحال کم سے کم ایک استاد مقرر ہو اور پرائمری اسکولوں میں ۳۰ یا ۴۰ بچوں پر ایک استاد مقرر ہو۔ اردو فارسی لیکچرر جی۔ او ۲۲۲۳ مورخہ ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کے مطابق سب اداروں سے ہٹا دئے گئے۔

۱۰۔ سنسکرت کلاسیکل زبان ہے اسے اختیاری کیا جائے اور فارسی بھی اختیاری کی جائے۔

۱۱۔ ان استادوں کے انتخاب کا کوٹہ مقرر کیا جائے جنھوں نے اردو سے تعلیم حاصل کی ہے (۱۹۴۷ء کے پہلے مسلم و غیر مسلم کے طور پر تھا)

۱۲۔ بیجے ٹی سی اسکولوں میں ٹریننگ کا انتظام اردو ٹیچروں کا بھی ہو جس کا کچھ فیصدی انتخاب ہو۔ اس وقت کوئی کوٹہ نہیں ہے ۱۹ سال ۲۰ سال کے اندر بہت کمی ہوگئی ہے۔ بہار میں ۸۶ ٹریننگ اسکولوں میں ۲۲ میں اردو کا انتظام ہے۔

۱۳۔ عدالت و دفاتر میں اردو کاغذات داخل کرنے کا حکم ہے اردو کاغذات کیسے داخل ہو سکتے ہیں جبکہ اہلکاران اردو نہیں جانتے کیونکہ اردو تعلیم ۱۹۴۷ء سے بند ہے۔

۱۴۔ کچھ وقت اہلکاران و حکام کو اردو کی معلومات حاصل کرنے کے لیے دیا جائے جس طرح اردو جاننے والے اہلکاران کو پہلے ہندی جاننے کے لیے موقع دیا گیا تھا۔ لاکھوں کاغذات اردو کے ہیں، ان کاغذات کی نقل کرنے میں غیر اردو داں ملازمین کو سخت مشکلات کا سامنا درپیش ہوتا ہے۔

۱۵۔ عدالتوں، دفاتر میں ان اہلکاران کا انتخاب ہو جو اردو بھی جانتے ہوں۔

۱۶۔ ہندی پڑھنے والے بچوں کو اردو بھی پڑھائی جائے۔ پہلے یہ قاعدہ تھا کہ اردو بچے کو ہندی و ہندی بچوں کو اردو پڑھنا ہوتی

تک پڑھائی جاتی تھی۔

۱۷۔ اردو میڈیم اسکولوں میں وہی استاد بھیجے جائیں جو اردو ہندی دونوں زبان میں تعلیم دینا جانتے ہوں۔ صرف ہندی پڑھنے والے بچے ایسے اسکولوں میں نہ بھیجے جاویں۔ اس سے پہلے تقرری لسانی اقلیتوں سے ہوتی تھی۔ ضلع پریشد نے ایسا کیا ہے۔ پہلے کے اردو میڈیم اسکول جو بند ہوگئے ہیں کھول دیے جائیں۔

۱۸۔ اردو میڈیم اسکول کا فنڈ و اہلکار پہلے کی طرح الگ ہو بمطابق جی۔او اردو میڈیم کمیٹی بنائی جائے۔

۱۹۔ تمام سمن، نوٹس، فارم، اشتہار میڈیم وغیرہ اردو ہندی دونوں میں چھپتے تھے۔ کیول چند پیا کہ میں نہیں آتا۔ یہ فوراً چھاپے جائیں یہ قابل فروخت فارم ہیں جو اردو والے بھی استعمال کرتے ہیں۔

۲۰۔ اسکولوں کا فارم داخلہ اردو ہندی دونوں میں چھاپا جائے۔

۲۱۔ ۱۵-۳۰ فیصدی کا قاعدہ جیسا حد بندی کمیشن، پارلیمنٹ، چیف منسٹرس کانفرنس ۱۹۶۱ء نے طے کیا ہے دیا جائے۔

۲۲۔ ووٹر لسٹ، راشن کارڈ، نوٹیفکیشن، لٹریچر، ایجنڈا وغیرہ اردو میں بھی چھاپے جائیں۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ۲۲ اضلاع میں جن کی آبادی ۱۵ فیصدی سے اوپر ہے۔ ۱۹۶۲ء میں اس کا اضافہ ہوا ہے۔ بنارس اسی ضمن میں آتا ہے۔

۲۳۔ گزٹ ایسا کاغذ ہے جو ہر ضلع میں جانا چاہیے۔ گزٹ صرف اردو حصہ کے چند ضلعوں میں جانا بے معنی ہے۔ یو۔پی کے قریب قریب تمام اضلاع کی اردو آبادی ۱۵ فیصدی سے اوپر ہے۔

۲۴۔ کورٹ فیس و اسٹامپ وغیرہ پہلے کی طرح اردو میں بھی لکھے جائیں۔

۲۵۔ سائن بورڈ گورنمنٹ بلڈنگ پر، دفتروں پر، افسران کے بنگلہ پر اردو میں بھی لکھے جائیں۔ سڑکوں کے پتھر بھی اردو، ہندی میں لکھے جائیں۔

۲۶۔ ریلوے ٹکٹوں کو بھی پہلے کی طرح اردو میں لکھے جانے کی سفارش کی جائے۔

۲۷۔ اردو ذریعہ امتحان پبلک سروس کمیشن میں ہو۔

۲۸۔ شکایتوں کا جواب عام طور سے نہیں دیا جاتا یا وقت پر نہیں دیا جاتا جیسے جی۔او کا مقصد مجروح ہوتا ہے۔

۲۹۔ اردو استادوں کی کمی کی بحالی جامعہ اردو علی گڑھ کے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کی تقرری کر کے دور کی جائے کیونکہ یہ اس کے لیے کافی قابلیت ہیں۔

۳۰۔ افسران، اساتذہ اور اداروں جو۔او اور سرکلر کی عدول حکمی کریں ان کی اس طرح تنبیہ کی جائے کہ پھر اس کی عدول حکمی کی ہمت نہ کریں۔

۳۱۔ کتابوں کی کمی دور کی جائے۔

۳۲۔ اردو کو صوبہ کی علاقائی و دوسری سرکاری زبان بنائی جائے۔

۳۳۔ انجمن ترقی اردو کا ایک ممبر اس کمیٹی میں رکھا جائے جو آپ کی صدارت میں اردو کی شکایتوں کو دور کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

وزیر موصوف سے بہت سی باتیں مطالبے کی نسبت کہی گئیں۔ یہ کہا گیا کہ ہر ضلع خصوصاً بنارس میں پرائمری اسکول میں جہاں اردو تعلیم نہیں ہو رہی ہے۔ ہریش چندر انٹر کالج کی مثال دی گئی کہ ۱۹۶۲ء سے کوشش کی جا رہی ہے یو۔پی گورنمنٹ حکام ان سرشتہ تعلیم و کمشنر لسانی اقلیت کو درخواست دی گئی لیکن اردو تعلیم سے لسانی فارم کے مطابق نہیں ہوئی۔ اردو استادوں کے انتخاب کا کوئی کوٹہ نہیں ہے اردو استادوں کی بے حد کمی ہوئی ہے ۱۹۴۸ء سے یہی حالت ہے۔ ان کے انتخاب وٹریننگ کے لیے ۱۹۴۹ء سے لکھا جا رہا ہے۔ حکومت کا جواب آیا کہ ۱۹۶۲ء کے جی۔او میں اردو ٹیچروں کے انتخاب کا کوئی انتظام نہیں ہے یہی ۱۹۶۲ء سے اس جی۔او کی نقل مانگی جا رہی ہے اب تک نقل نہیں ملی نہ کمشنر لسانی اقلیت کو دی گئی اور دیگر پریشانیاں بتائی گئیں ووٹر لسٹ وغیرہ کی نسبت بھی کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ کچھ دفتر دار صاحبان خصوصاً بنارس کے یہ کہتے ہیں اردو کو سہولتیں دی گئی ہیں اور اس کے ساتھ بہت کچھ کیا جا چکا ہے۔ وزیر موصوف سے کہا گیا کہ ان تمام باتوں کی نسبت تو اب تک کسی حکم کا آنا نہیں پایا جاتا مشکلات بدستور قائم ہیں وزیر موصوف نے حقیقت کا اعتراف کیا اور فوراً کہا کہ ابھی کوئی احکام اردو کے بابت نہیں اجرا ہوئے ہیں اردو تحریک کی وجہ سے التوا میں ہیں تحریک ختم ہو جانے پر اجرا ہوں گے۔ وفد نے کہا کہ انجمن ترقی اردو کے یہ سب پرانے مطالبات ہیں اور کانگریس دور کے اجرا شدہ جی۔او سرکلر ہیں ان کے مطابق تو احکام جاری ہو جانا چاہیے تاکہ بے عملی دور ہو۔ (دا تار سول)

انجمن ترقی اردو بھوپال کے انتخابات

بھوپال:- انجمن ترقی اردو شہر بھوپال کے انتخابات میں جناب ایم عرفان مدیر شعلۂ حیات کو دوبارہ متفقہ طور پر صدر منتخب کر لیا گیا۔ ان انتخابات کی نگرانی جناب اخلاق محمد خاں سابق رکن پی سی سی نے کی۔ انتخابات کی تفصیل ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

صدر:- جناب ایم عرفان مدیر شعلۂ حیات

نائبین صدر:- جناب سید اسرار مسعود صاحب (سکریٹری چیمبر آف کامرس)، جناب وکیل بھوپالی، جناب سید اقتدار علی،

جناب احمد نصیر انصاری،

جنرل سکریٹری:۔ پروفیسر حسنین مسعود، سکریٹری جناب سید آفتاب نقوی ایم۔ اے، آفس سکریٹری:۔ جناب احمد سعید ندوی ناظم نشر و اشاعت:۔ جناب صابر نیازی، خازن:۔ جناب رفیق محمد خاں میونسپل کونسلر۔

اراکین مجلس عاملہ:۔ پروفیسر عبد القوی دسنوی، پروفیسر آفاق احمد، ڈاکٹر سید حامد حسین، جناب قمر اشفاق (ایڈیٹر روزنامہ "ندیم") ڈاکٹر شفا گوالیاری، حکیم عبد الجبار خاں (صدر یونانی طبی بورڈ)، جناب موہن سنگھ چوہان، پروفیسر حامد جعفری، پروفیسر عزیز انصاری، جناب حنیف نقوی ایم اے، جناب حیدر عباس رضوی ایم۔ اے، جناب اسلم ترمذی ایم۔ اے، جناب شعیب انصاری، جناب سید محبوب علی، جناب رفا صدیقی۔

اس موقع پر جنرل کونسل کے اراکین اور ریاستی انجمن کے سرپرستوں کا بھی انتخاب ہوا مندرجہ ذیل اصحاب ریاستی کونسل کے لیے منتخب کیے گئے۔

جناب عزالدین (چیرمین مدھیہ پردیش وقف بورڈ)، مولانا صدر الدین انصاری (ایڈوکیٹ)، جناب حسنات صدیقی (اسٹوڈنٹ لیڈر)، جناب اے آر رشدی (ایڈیٹر روزنامہ "افکار")، جناب سید آفتاب الدین (میونسپل کونسلر)، جناب شرق عثمانی۔

(صابر نیازی)

اردو کے ساتھ ناانصافی نہ ہوگی

وزیر آبپاشی کی یقین دہانی

لکھنؤ۔ اتر پردیش کے وزیر آبپاشی و برقیات جناب نمر شیو پرشاد نے آج یہاں ایک وفد کو جو ان دونوں محکموں میں اردو کے رواج اور اردو رسم الخط میں درخواستیں وغیرہ قبول کرنے کے سلسلے میں ملا تھا یقین دلایا کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ ہوگی جو ہندی نہ جاننے کی صورت میں اپنی درخواستیں وغیرہ اردو رسم خط میں دیں گے۔

وفد نے اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ دونوں محکموں سے متعلق معلوماتی لٹریچر بھی اردو میں فراہم ہونا چاہیے جناب نمر شیو پرشاد نے وفد کو یقین دلایا کہ وزیر اعلیٰ نے اردو کے سلسلے میں جو یقین دہانی کی ہے اس کا نفاذ ان کے محکمے میں بھی ہوگا۔

(قومی آواز)

انجمن ترقی اردو ہیرن پور کا انتخابی جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ ہیرن پور (سنتھال پرگنہ) کا ایک عام انتخابی جلسہ جناب ابو الخیر صاحب کے مکان پر زیر صدارت جناب سلطان انصاری صاحب منعقد ہوا۔

سب سے پہلے جناب کمال الدین صدیقی نے انجمن کے گذشتہ کاموں کی ایک مختصر رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ حاضرین نے رپورٹ کو پسند کیا۔ بالاتفاق رائے مندرجہ ذیل اشخاص انجمن ترقی اردو شاخ ہیرن پور کے عہدہ دار منتخب ہوئے:۔

صدر:۔ الحاج امام الدین صاحب

نائبین صدر:۔ جناب شرافت اللہ انصاری۔ جناب کبیر احمد صاحب، جناب تمیز الدین بسواس ہیڈ ماسٹر۔

جنرل سکریٹری:۔ جناب کمال الدین صدیقی صاحب

نائبین سکریٹری:۔ جناب ابو النفیس، جناب نندلال بھگت، جناب ابوالبشر۔

خازن:۔ عبد الودود انصاری

ممبران مجلس عاملہ:۔ جناب ابو الخیر، سلطان انصاری، عظیم الدین، قربان علی انصاری، عرفان علی انصاری، ڈاکٹر محمد قاسم، علی حسن، نظام الدین انصاری، شوکت علی، دوست محمد اور عبد العزیز صاحبان منتخب ہوئے

جنرل سکریٹری جناب کمال الدین صدیقی کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ضلعی کونسل کے ۱۹ ممبروں کو نامزد کریں اور انجمن کا الحاق ریاستی انجمن ترقی اردو پٹنہ سے کرالیں آخر میں صدر جلسہ کی اجازت پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اردو کے بارے میں بہار کے وزیر اعلیٰ نے کوئی بات بتانے سے انکار کیا

نئی دہلی۔ بہار کے وزیر اعلیٰ جگن ناتھ مشرا نے آج یہ بتانے سے انکار کر دیا کہ آیا وہ اب بھی اردو کو اپنی ریاست کی دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے حق میں ہیں یہاں ایک پریس کانفرنس میں ان سے اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ "میں کچھ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ متنازعہ موضوع ہے" دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے ۲۳ نکاتی پروگرام میں یہ وعدہ نہیں ہے؟ اس پر وزیر اعلیٰ نے اثبات میں جواب دیا اور یہ کہہ کر اس موضوع کو ختم کیا کہ ایک ہی وعدہ ابھی سکتی ہے اور جلد بھی سکتی ہے اس کا انحصار اس پر ہوگا کہ کب اور کس طرح اس کا استعمال ہوتا ہے۔

(سیاست)

اجین اور جاورہ میں انجمن ترقی اردو کی سرگرمیاں!

بھوپال:۔ مدھیہ پردیش کے مختلف شہروں میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی رکنیت سازی کی جو مہم چلائی گئی تھی وہ بے حد کامیاب رہی ہے۔ ریاستی انجمن کے دفتر میں موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق اجین اور جاورہ میں انجمن کی رکنیت سازی کے بعد انتخابات کی تکمیل عمل میں لائی گئی جس میں

اراکین نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

اجین میں پروفیسر عبدالودود ایم۔اے، پی ایچ ڈی کی صدارت میں انجمن کا جلسہ ہوا جس میں سلطان احمد صاحب صدیقی نے انجمن کی کارگزاریوں کی تفصیلی رپورٹ پیش کی اور اردو کے لیے اجین شاخ کی جدوجہد پر روشنی ڈالی۔ اس جلسہ میں متفقہ طور پر راشد حسین صاحب ایڈوکیٹ کو صدر، سلطان احمد صاحب صدیقی کو جنرل سکریٹری منتخب کر لیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالودود کو ریاستی کونسل کے لیے نمائندہ چنا گیا۔ دیگر عہدیداروں میں جناب احمد انور شمیم (سکریٹری)، جناب عظمت اللہ (نائب سکریٹری)، جناب عبدالکریم (نائب صدر)، سید وحید الحسن صاحب، سید مشتاق علی، اختر ارعلی، مظفر علی، مولانا شمشاد احمد، سید مشیر علی، سعید علی، فیاض احمد، ماسٹر حبیب احمد، شفاعت حسین، کفایت حسین صاحبان ممبران مجلس عاملہ منتخب کئے گئے۔

جاورہ میں اس سال انجمن کے پیغام کو گھر گھر عام کرنے کی سعی کی گئی اور بڑی تعداد میں ممبر سازی ہوئی۔

جناب ایم۔ امین اسلام کو صدر اور جناب ضمیر عشرت گلشن آبادی کو جنرل سکریٹری منتخب کیا گیا۔ ان صاحبان کے علاوہ ماسٹر سعید صاحب (نائب صدر) جناب شفیق محمد (نائب سکریٹری) اور جناب جلیل احمد (خازن) منتخب ہوئے۔

ریاستی انجمن کے لیے ضمیر عشرت، ماسٹر محمد سعید خاں، انسپکٹر سعید خاں اور نور محمد صاحبان کا انتخاب عمل میں آیا۔ جبکہ مجلس عاملہ میں مرزا صفا بیگ، اثر، رفیق احمد، خورشید بیگ، غلام یزدانی، خلیق احمد اور بشیر محمد صاحبان شامل کئے گئے ہیں۔ (نامہ نگار)

شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی میں ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے اعزاز میں استقبالیہ

شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی کی انجمن اردوئے معلیٰ کی جانب سے ۹؍ستمبر سنہ ۶۷ء بوقت ساڑھے چار بجے شام کو ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ ہوا۔ جلسہ کی صدارت پروفیسر آل احمد سرور نے کی۔ آپ نے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہماری یونیورسٹی کے دو طالب علم آج دو یونیورسٹیوں کے شعبۂ اردو کے صدر ہیں۔ دونوں حضرات کا علمی اور تحقیقی کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے سرور صاحب نے فرمایا کہ ان دونوں حضرات کی نگرانی میں جو علمی اور تحقیقی کام ہو رہا ہے نہایت قابل قدر ہے۔ دوسری یونیورسٹیوں کے اردو کے شعبے بھی علمی اور تحقیقی کاموں کے فروغ میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔

پروفیسر نور الحسن ہاشمی نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں کافی عرصے کے بعد اپنی قدیم مادر درسگاہ میں آیا ہوں۔ مجھے اس وقت جو خوشی ہو رہی ہے اس کا اندازہ کچھ میں ہی کر سکتا ہوں۔ طالب علمی کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے پی ایچ ڈی کا کام شروع کیا تھا اس وقت اردو میں تحقیقی کام کا کوئی نمونہ موجود نہ تھا اس لیے طرح طرح کی دشواریاں پیدا ہوتی تھیں لیکن آپ لوگ اس اعتبار سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ آپ نے بعض اہم موضوعات کی طرف توجہ دلائی جن پر کام کی ضرورت ہے۔ ہاشمی صاحب کے بعد ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ اب علی گڑھ سے میرا جسمانی تعلق ختم ہو گیا ہے لیکن ذہنی طور پر میں اب بھی اپنے کو علی گڑھ میں پاتا ہوں۔ دکنی ادب کے سلسلے میں اپنی تحقیقات پر اظہار خیال کرتے ہوئے مسعود حسین خاں صاحب نے فرمایا کہ گریرسن دکنی کو اردو کی بگڑی ہوئی شکل بتاتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دکنی اردو کی قدیم شکل ہے چنانچہ امیر خسرو کی زبان دکنی میں محفوظ ہے۔ آپ نے قدیم اردو پر دکن کے ماحول اور وہاں کی زبانوں کے اثرات کو واضح کیا۔ آپ نے کہا کہ اردوئے قدیم کا یہ نام بہت بعد میں پڑا اس سے قبل اس کا نام ہندوی تھا جب دکنی بھی استعمال ہونے لگا تو متوازی طور پر زبان ہندوستان اور زبان ہندوی بھی استعمال ہوتا تھا۔ آپ نے کہا کہ دکنی، گجری، لکھنوی، دہلوی وغیرہ کی تقسیم اردو کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ دراصل اردو کی تاریخ شمال و جنوب میں ایک تسلسل کے ساتھ دیکھنی چاہیے اور زبان و ادب کو خانوں میں بانٹنا چاہیے۔ مسعود صاحب کی تقریر کے بعد سکریٹری انجمن اردوئے معلیٰ نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ (سکریٹری انجمن اردوئے معلیٰ)

عرش ملسیانی کے اعزاز میں استقبالیہ

۳۰ ستمبر ۶۷ء کو عرش ملسیانی مدیر آجکل (ماہنامہ) سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اسی دن شام کو چیمسفورڈ کلب، نئی دلی میں ان کے احباب نے ایک شاندار استقبالیہ کا انتظام کیا۔ جلسے کی صدارت جناب ڈی شنکر سکریٹری وزارت دفاع، حکومت ہند نے کی۔

سب سے پہلے جناب گوپی ناتھ امن نے عرش صاحب کی شخصیت سے متعلق اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد حسن (دلی یونیورسٹی) نے عرش کی شاعری پر مختصراً تبصرہ کیا۔ پھر جناب مالک رام نے اپنے جذبات اور تاثرات بیان کئے۔ اتفاق سے جناب جوش ملیح آبادی آجکل ہندوستان آئے ہوئے ہیں وہ بھی جلسے میں موجود تھے، انہوں نے بھی مختصراً خطاب کیا اور آجکل کی ادارت کے زمانے میں جوش نے اپنی صحبتوں کی طرف اشارہ کیا۔ صاحب صدر نے خاصی لمبی تقریر میں عرش کو خراج عقیدت پیش کیا اور انھیں کے ہاتھوں عرش کے تیسرے مجموعۂ کلام "شررنگ" کا اجرا عمل میں آیا۔ آخر میں عرش نے نئے کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ ... جلسہ مشروبات و ماکولات پر ختم ہوا۔ (نامہ نگار)

تبصرے

اصغر عباس

مجلہ عثمانیہ مقالہ نمبر

مقام اشاعت: آرٹس و کامرس کالج جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۷

جنوبی ہندوستان میں حیدرآباد شروع سے زبان و ادب کا مرکز رہا ہے بیسویں صدی میں جامعہ عثمانیہ اور دارالترجمہ کا قیام وہ عظیم الشان کارنامہ تھا جو اردو کی تاریخ میں ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ زیر نظر شمارہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آج بھی اہل حیدرآباد اردو کی ترویج و ترقی میں سرگرم ہیں۔ اس نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ادب کی مختلف اصناف اور موضوعات پر تنقیدی اور تحقیقی مضامین شامل کیے گئے ہیں اس کے علاوہ اس نمبر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف طلبہ کے مضامین شامل کیے گئے ہیں جو بڑی اچھی بات ہے۔ رسالہ سات مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے جس میں تحقیقات، لسانیات، نظریات، نقد شعر، نقد نثر، شخصیت اور کارنامے اور شعبۂ اردو کی تعلیمی سرگرمیاں شامل ہیں۔ تحقیقی مضامین میں ایک غیر مطبوعہ تذکرہ مجمع الانتخاب بڑی محنت اور کاوش سے لکھا گیا ہے، خود یہ تذکرہ اس لیے بھی بہت اہم ہے کہ بعض شعرا کے سلسلے میں کچھ باتیں ایسی بھی معلوم ہوتی ہیں جو کسی دوسرے تذکرہ میں موجود نہیں۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد مضمون نگار کے ذوق تحقیق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ نظم کی غزل، سراج سوریا کی شاعری، عصمت چغتائی کا فنی شعور، اردو کے مختلف نام ہیئت اور مواد دلچسپ مضامین ہیں، میر عثمان علی خاں کی علمی و ادبی سرپرستی کے سلسلے میں بھی ایک مضمون ہے اور ذاکر صاحب کے بارے میں جو مضمون اس مجلہ میں شامل کیا گیا ہے وہ دلنشیں انداز سے لکھا گیا ہے اسے پڑھنے کے بعد اقبال کے اس شعر کی مکمل تفسیر سامنے آجاتی ہے ؎

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

تقریباً سارے مضامین اچھے ہیں اور بڑی خوش اسلوبی سے یک جا کیے گئے ہیں۔ رسالہ کا سرورق جامعہ عثمانیہ کی ایک پاکیزہ عمارتی تصویر سے مزین ہے۔ رسالہ صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے قابل قدر ہے۔

ماہنامہ "پیام تعلیم" - ذاکر نمبر

ستمبر، ۱۹۶۹ء شمارہ ۹

ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر دہلی ۲۵

میں بعض اچھے بھی ہیں۔ لیکن "پیام تعلیم" کا ذاکر نمبر اس خوبی سے مرتب کیا گیا ہے کہ بے اختیار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ رسالہ چالیس سال قبل جامعہ ملیہ اسلامیہ سے بچوں کے لیے نکالا گیا تھا خوشی کی بات ہے آج بھی یہ اپنا پیام ملک کے بچوں کو خوش اسلوبی سے پہنچا رہا ہے زیر نظر خصوصی شمارہ ذاکر صاحب کی شخصیت پر ایسے مضامین پر مشتمل ہے جن سے بچے بہت دلچسپی لیں گے رسالہ کے ابتدائی حصہ میں ذاکر صاحب کی گھریلو زندگی اور ان کے خاندان کے حالات پر مضامین ہیں۔ اس سلسلہ میں 'میاں' خاص طور پر دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ یوں تو سبھی مضامین بڑی توجہ اور کاوش سے لکھے گئے ہیں اور ان میں ایسے ماہرین بھی ہیں جو بچوں کی نفسیات سے خوب واقف ہیں لیکن 'ہڈی کی پلیٹ' نرالے شوق، علم کی تلاش، امتحان، ہمارے راشٹرپتی، جامعہ کی ابتدائی زندگی اور ذاکر صاحب ایسے مضامین ہیں جو بچوں میں اخلاقی ذوق اور انسان سے محبت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے میں معاون ہوں گے تو بڑوں کو بچوں کی تربیت کا ڈھنگ بھی معلوم ہوگا۔ ان مضامین سے ذاکر صاحب کی وہ شخصیت ابھرتی ہے جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا کہ ؎

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

اس نمبر میں اگر ایم۔ اے او کالج علی گڑھ میں ذاکر صاحب کی تعلیم کے سلسلہ میں بھی مضامین ہوتے تو بہتر ہوتا کہ ان کی شخصیت کو جلا بخشنے میں ایم۔ اے او کالج کا بڑا حصہ ہے۔

رسالہ میں جا بجا ایسی نظمیں بھی خوش اسلوبی سے شامل کی گئی ہیں جن کو پڑھ کر بچے خوش ہوں گے۔ اس نمبر میں ذاکر صاحب کی کئی تصویروں کے علاوہ جامعہ کے اساتذہ کی بھی تصویریں شامل ہیں۔ رسالہ کی چھپائی مختلف رنگوں میں ہوئی ہے اور ٹائیٹل ذاکر صاحب کی مختلف موقعوں کی تصویروں سے مزین ہے۔ مجموعی طور پر اس رسالہ کا مطالعہ بچوں، ان کے والدین اور اساتذہ سب کے لیے مفید ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پرنٹر ضمیرالدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپایا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا